عبادت کی جان تقویٰ میں ہے، تقویٰ کے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی

قناعت کے مضمون کو سمجھتے ہوئے شکر ادا کرنے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 دسمبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ (البقرۃ:173)

پھر فرمایا:

گزشتہ جمعہ پہ میں نے اس آیت کے علاوہ ایک دوسری آیت سورۃ النحل کی آیات 114، 115 بھی تلاوت کی تھیں مگر چونکہ ایک دفعہ اس مضمون کی آیات کی تلاوت ہو چکی ہے اس لئے پہلی آیت پر ہی میں اکتفا کر رہا ہوں۔ ابھی یہ مضمون جاری تھا کہ وقت ختم ہو گیا اس لئے بقیہ احادیث انشاء اللہ آج آپ کے سامنے بیان کروں گا لیکن اس سے پہلے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم کے ساتھ قادیان دارالامان کا ایک سو ساتواں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے، آج نہیں بلکہ کل سے شروع ہوگا اور انشاء اللہ اس موقع پر میں افتتاحی خطاب بھی کروں گا اور اختتامی بھی لیکن کچھ ایسی نصیحتیں ہیں جو روزمرّہ کے انتظامات سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کو آج ہی بیان کر دینا ضروری ہے۔ باقی جو جلسے کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصائح فرمائی ہیں ان کا خلاصہ میں انشاء اللہ اپنے افتتاحی خطاب میں پیش کروں گا لیکن انتظامی معاملات میں جو

نصیحتیں ہیں ان میں سب سے پہلے تو باہمی اخوت اور محبت کا ماحول ہے۔ بہت ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے اگر کچھ شکوے تھے بھی تو ان کو بالکل بھلا ڈالیں اور قادیان کے جلسے میں ایک ایسی گہری اخوت اور جمعیت کا احساس پیدا ہو کہ ہر آنے والا زائر محسوس کرے کہ ہم اس جماعت کے رکن ہیں جس جماعت کی تعمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ سب مومن اخوۃ ہو جائیں۔ کوئی بھی اختلافی بات نہ مجالس میں نہ ایک دوسرے کے طرز عمل میں دکھائی دے اور چونکہ اس دفعہ غیر معمولی طور پر نومبائعین اس جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں، اتنے نومبائعین کہ اس سے پہلے کبھی کسی قادیان کے جلسہ میں اتنے نومبائعین شامل نہیں ہوئے، تو چونکہ انہوں نے بھی احمدیت کا سفیر بن کر قادیان سے واپس اپنے ممالک کو، اپنی جگہوں پہ واپس جانا ہے اور وہاں جا کر جو قادیان میں دیکھا وہ آنکھوں دیکھی کہانی بیان کرنی ہے اور اپنے دل کے تاثرات تو بہر حال وہ ساتھ لے کے جائیں گے ہی اس لئے جو کہانی بیان کریں گے اس میں ایک دلی جذبات کی ملونی سے غیر معمولی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ یہ طاقت کا پیدا ہونا آپ کی روحانی طاقت پر منحصر ہے جو اس وقت قادیان کے باشندے ہیں اگر آپ نے دل کی گہرائی سے ان مہمانوں کی خدمت کی اور جمعیت کا احساس اور اخوت کا احساس بیدار کیا تو لازماً جو باتیں بھی وہ جا کے بیان کریں گے ان میں ایک طاقت پیدا ہو جائے گی ورنہ پھر ایک سرسری باتیں ہوں گی۔ اس لئے بہت اہمیت رکھتی ہے یہ بات کہ آپ غیر معمولی مومنانہ اخوت اور محبت کے رشتہ میں منسلک ہوں اور ہر دیکھنے والا اس کو دیکھے اور محسوس کرے۔

اس ضمن میں **مناسب ضرورتوں کا خیال رکھنا** بھی آپ کا فرض ہے۔ آنے والوں کی سب ضرورتیں پوری ہونی اس لحاظ سے تو ممکن نہیں کہ ہر ایک کی ضرورتیں الگ الگ ہوا کرتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو یہ دستور تھا کہ کوشش کر کے ہر ایک کی انفرادی ضرورت کو بھی معلوم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی کو حقّہ کی بھی عادت ہو، عادت کو چھڑانا تو بعد کی بات تھی وہ تو ایک لمبی نصیحت سے تعلق رکھنے والا مضمون تھا لیکن اس ضرورت کو اس وقت ضرور پوری فرما دیا کرتے تھے۔ کسی کو پان کھانے کی عادت ہے تو اس کے لئے بعض دفعہ دوسرے شہروں میں آدمی بھگانا پڑا کہ وہاں سے پان لے کر آئیں۔ تو اب چونکہ مہمانوں کی کثرت ہے، دس ہزار سے زیادہ نومبائعین انشاء اللہ اس جلسہ میں شامل ہوں گے تو اس پہلو سے یہ تو میں آپ سے توقع نہیں رکھتا

کہ ہر ایک کی ذاتی ضرورت پر نظر رکھیں لیکن ان کی اجتماعی ضرورت کا تو بہر حال خیال رکھنا ضروری ہے اور ذاتی ضرورت کا اس پہلو سے خیال رکھنا ضروری ہے کہ کوئی ان میں سے ایسا بھی ہو سکتا ہے جو غریب ٹھٹھرتا ہوا ایسی جگہ سے آیا ہو جس کو گرم کپڑوں کی ضرورت ہو اور گرم کپڑے میسر نہیں آ سکے۔ بعض ٹھنڈے علاقوں سے آنے والے تو اپنے کپڑے لے بھی آتے ہیں مگر گرم علاقوں والوں کی ضرورت باوجود اس کے کہ ہم نے پوری کوشش کی تھی کہ ان کو تمام ضرورتیں وہیں چلنے سے پہلے مہیا کر دی جائیں لیکن لوگ رہ بھی جاتے ہیں نظر سے، تو اگر ایسا چلتا پھرتا کوئی غریب نظر آئے جس کے پاؤں میں جوتی پوری نہیں، جرابیں نہیں، سردی کے ماحول کے لئے پوری طرح دفاع موجود نہیں ہے تو یہ وہ ضرورت ہے جو ذاتی ضرورت ہے اس کی، انفرادی ضرورت ہے اور اس پر نگاہ رکھنی لازم ہے۔ تمام شرکاء جلسہ اس پر نظر رکھیں خواہ وہ باہر سے آئے ہوں، خواہ وہ قادیان کے باشندے ہوں۔

دوسرے کمی بیشی پر درگزر کرنا۔ آنے والوں سے بھی بعض دفعہ کوئی زیادتی ہو جایا کرتی ہے، بعض دفعہ جو ساتھ منتظمین آئے ہوئے ہوتے ہیں وہ جب اپنے قافلے کی شکایت دیکھتے ہیں تو ان کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ وہ قادیان کے منتظمین پر برس پڑتے ہیں اور یہ طبیعتیں الگ الگ ہیں۔ یہ بارہا ہمارا تجربہ ہے جلسہ کے دنوں میں کہ بعض گرم مزاج کے لوگ اپنی خاطر نہ سہی اپنے مہمانوں کی خاطر آ کے ہم سے خوب لڑا کرتے تھے اور بلند آواز میں بہت زور و شور سے لڑا کرتے تھے اور ان میں بعض کشمیر سے آنے والے خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ تو اس دفعہ بھی وہاں جلسہ پر ایک ہزار سے زائد کشمیر سے مہمان آ رہے ہیں یہ بھی ایک نیا ریکارڈ ہے۔ یعنی گزشتہ سالوں میں تو کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا۔ تو بہر حال کوشش کریں کہ ان منتظمین کی زیادتی کو بھی برداشت کریں جو مہمانوں کے ساتھ آئے ہیں اور ان کو بھی چاہئے حوصلہ دکھائیں، تکلیفیں ہو جایا کرتی ہیں اتنے بڑے مجمعوں میں ضرورتیں نظر انداز ہو جاتی ہیں تو دونوں طرف کمی بیشی پر درگزر ضروری ہے۔

صفائی کا خیال بہت ضروری ہے۔ یہ نصیحت ایسی ہے جس پر ابھی سے عمل درآمد ضروری ہے اس کے انتظامات کرنے لازم ہیں۔ یہ نمونہ پسماندہ ممالک میں قائم نہیں کیا جاتا اور صفائی کا کوئی خیال رکھے بغیر ہر چیز کو ہر طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ یہاں جلسہ سالانہ پر جو ہم نے نمونہ پیش کیا تھا میں چاہتا ہوں کہ اسی نمونے کا جلسہ قادیان میں بھی ہو اور کوئی گند، کوئی چیز ایسی جو پھینکی جا رہی ہو سڑکوں پر

نہ پھینکی جائے، سڑکیں بالکل صاف ستھری دکھائی دیں اور اگر ممکن ہو سکے وہاں، یہاں تو ممکن ہے بہت سستے ایسے تھیلے مل جاتے ہیں جن میں اپنی مستعملہ چیزیں پھینکی جاسکتی ہیں، محفوظ کی جاسکتی ہیں۔ چونکہ اکثر آنے والے غربا ہیں اس لئے ان کو یہ تھیلے بھی بہت اچھے لگیں گے۔ آپ تو یہاں یہ تھیلے بھی اٹھا کے Dust Bins میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ انہوں نے اس گند کو خالی کرنا ہے یا جو بھی فضول چیزیں اس میں پڑی ہوئی ہیں اور پھر صاف صوف کر کے اپنے ساتھ بھی لے کے جانا ہے انہوں نے، تو اس پہلو سے اگر دس ہزار تھیلے یا اس کے لگ بھگ خرید لئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میرے خیال میں تو ایک اچھا خیال ہوگا اگر وہاں ملتے ہوں تو، یہ تو آپ کی استطاعت کی بات ہے۔

نماز باجماعت کا اہتمام۔ میں ہر جلسہ پر تاکید کیا کرتا ہوں نمازیں ہی تو ان کو سکھانی ہیں جو نئے آنے والے ہیں۔ اگر نماز سے غفلت ہوئی تو پھر ان کے ہاتھ تو کچھ بھی نہ آیا۔ اس لئے نماز ہی نہیں نماز باجماعت کے قیام کی تربیت دیں اور نماز باجماعت کے وقت تمام مساجد اور ساتھ کی گلیاں بھری ہوں کیونکہ مساجد میں تو اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ان میں سب نمازی آسکیں۔ تو یوں لگتا ہے کہ اگر سب نے نمازیں باجماعت پڑھیں تو قادیان کی ساری گلیاں جائے نماز بن جائیں گی کیونکہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ مسجد اقصیٰ میں تو کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے، اگر آ گئے تو غالباً دو ہزار سے زیادہ نہیں آئیں گے۔ تو آٹھ ہزار صرف نو مبائعین ہیں اس کے علاوہ جو مبائعین باہر سے آرہے ہیں اس سے اندازہ کرلیں کہ سارا قادیان ایک بڑی مسجد بن جائے گا اور یہی ہونا چاہئے۔ اپنے اپنے کپڑے بچھائیں گلیوں میں اور صفائی کا اس سے بھی بہت تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت تاکید سے نصیحت کی تھی کہ میرے گھر کی صفائی کا خیال رکھنا۔ پس جبکہ سارا قادیان ہی اللہ کا گھر بننے والا ہے تو اس لئے صفائی کے بعد میں نے اس حصّہ کو رکھا ہے۔ صفائی بہت ضروری ہے جہاں کپڑا بچھا کر کوئی اٹھائے، کپڑا گندہ نہ ہو اور اس کے لئے گلیوں کے خاکروبوں کے ذریعے، چھڑکاؤ کے ذریعے، اور کئی طریقوں سے صفائی کروانے کا خاص انتظام بھی کروایا جائے۔

پھر جلسہ کے پروگراموں سے پوری طرح استفادہ کرنا یہ بھی بہت ضروری ہے۔ وہاں یہ دوست جو تشریف لائیں گے، بڑی دور دور کا سفر کر کے آئے ہیں، بعض تین تین دن مسلسل گاڑی میں رہنے والے ہیں جو اب پہنچ چکے ہیں یا پہنچ رہے ہوں گے۔ تو ان سب کو جلسے پر پہنچانے کی عادت ڈالنی

چاہئے۔ پہلی تقریر سے لے کر آخری تقریر تک ضرور بیٹھے رہیں اور آخری بات جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے دعاؤں اور ذکر الٰہی پر زور رہے۔ عادت ڈالیں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے دعائیں کریں اور ذکر الٰہی کریں۔ قادیان کی فضا ذکرِ الٰہی سے گونج اٹھے۔ نعرہ ہائے تکبیر تو بلند آواز سے بیان کئے جاتے ہیں مگر جو ذکر آسمان کے کنگرے چھوتا ہے وہ دل سے اٹھا ہوا ذکر ہے خواہ خاموشی سے کیا جائے۔ تو ذکرِ الٰہی قادیان کے باشندے خود بھی کرتے رہیں اور آنے والوں کو بھی اس کی نصیحت کریں۔

اور اس کے ساتھ جہاں دعائیں ہیں وہاں بعض دفعہ دواؤں کی بھی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ جو گرم علاقوں سے آنے والے ہیں اور اکثریت ان کی ہے ان کو یہاں نزلہ زکام اور کئی قسم کی ایسی بیماریاں لاحق ہوسکتی ہیں، آج کل انفلوئنزا بھی پھیلا ہوا ہے، کہ ان کی روک تھام کے لئے میرا تجربہ ہے کہ جو ہومیو پیتھک دوا انفلوئنزنیم یا نزلے کی دوا بنائی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مفید ہے اور نزلے کی یا نزلاتی بیماریوں کی پیش بندی کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے میں نے بہت مؤثر پایا ہے۔ تو غالباً پہلے میں نے یہ ہدایت ان کو بھجوا دی تھی لیکن اب پھر تاکید کر رہا ہوں کہ بکثرت یہ دوائیں بن کر سب جگہ مہیا ہو جانی چاہئیں تا کہ خدا کے فضل کے ساتھ کوئی بیمار ہی نہ پڑے، ایک دفعہ بیمار پڑ جائے تو پھر بڑی مشکل پڑ جاتی ہے، بیماری لاحق ہی نہ ہو تو پھر بہت آرام ہے۔ یہ اس لئے بھی بہت ضروری ہے کہ ہندوستان میں سِل کی بیماری بہت کثرت سے پائی جارہی ہے غربت کی وجہ سے، مچھروں کی وجہ سے اور بہت سی ایسی وجوہات ہیں جن کے نتیجے میں جب رات کو بخار ٹوٹتے ہیں تو ٹھنڈ لگ جاتی ہے اور اکثر پھیپھڑوں کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اور پھیپھڑوں کی بیماری والے کے لئے نزلہ زکام ایک زہر قاتل بن جایا کرتا ہے۔ پھر اسی کے نتیجے میں دمہ والوں کو بھی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ پس میرے نزدیک یہ بھی بہت اہم بات ہے کہ دعاؤں کے ساتھ دواؤں اور خاص طور پر ان دواؤں پر زور دیں جو پیش بندی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ باقی انشاء اللہ کل افتتاح ہوگا ہندوستان کے وقت کے لحاظ سے ساڑھے تین اور ہمارے وقت کے لحاظ سے یہاں دس بجے انشاء اللہ افتتاح ہوگا اور چونکہ یہاں بھی جگہ تھوڑی ہے اور سب لوگ شامل نہیں ہوسکیں گے لیکن ٹیلی ویژن پر چونکہ یہ منظر دکھایا جائے گا اس لئے آپ سب اپنے گھر بیٹھے بھی اس جلسہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔

شکر کے تعلق میں جو احادیث میں نے آج کے لئے چنی ہیں ان میں پہلی حدیث سنن النسائی کِتَابُ السَّھْوِ سے لی گئی ہے۔

''عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ ۔ (اس کا ترجمہ یہ ہے کہ) حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے، اے اللہ میں ہر معاملہ میں تجھ سے ثابت قدمی کی توفیق مانگتا ہوں۔''

میرے خیال میں 'ہر معاملہ' ترجمہ کرنے والے نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ اصل عبارت میں دیکھتے ہیں کیا ہے۔ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ۔ امر کا ایک ترجمہ ''ہر معاملہ'' بھی ہوسکتا ہے اس لئے ترجمہ غلط نہ ہونے کے باوجود اس محل پر یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ یہاں الْأَمْرِ سے مراد امر الٰہی ہے اور الْأَمْرِ سے مراد شریعت کاملہ ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کی دعا کبھی گہری حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتی تھی اس لئے آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! میں تیرے امر میں ثبات دکھاؤں، جو امر بھی تُو مجھے دے اور جو امر شریعت میں دیا گیا ہے اس پر مجھے ثباتِ قدم عطا فرما۔ پھر ہے:

''وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ۔''

اور ہدایت کی بات پر عزیمت عطا کر، عزم عطا فرما۔ جو امور شریعت ہیں ان کے علاوہ بھی رُشد کی باتیں ہوا کرتی ہیں اور ہر قسم کی ہدایت کی بات خواہ شریعت میں واضح طور پر مذکور ہو یا نہ ہو اس میں مجھے صرف کرنے کی توفیق نہیں بلکہ عزمِ صمیم عطا کر کہ میں نیکی کی بات کو ایسے پکڑ لوں کہ پھر اسے کبھی نہ چھوڑوں اور میں تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور احسن رنگ میں تیری عبادت بجالانے کی توفیق مانگتا ہوں۔

''وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ۔''

تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ جس کے ساتھ ہی حُسْنَ عِبَادَتِكَ فرما دیا یعنی نعمت کا اصل شکر تو عبادت کے ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ ساری زندگی میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی احسانات انسان پر فرمائے ہیں اس کا خلاصہ یوں نکالا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحۃ: 5) کہ ان احسانات کے بدلے میں آخری شکر کا درجہ یہ ہے کہ ہم تیری عبادت کریں اور شکر کا پہلا درجہ بھی یہی ہے

اور آخری درجہ بھی یہی ہے تیری عبادت کریں گے تو شکر گزار ہوں گے، عبادت نہیں کریں گے تو شکر گزار نہیں ہوں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں جس طرح مالا میں موتی پروئے جائیں اس طرح یہ دعائیں ایک دوسرے سے منسلک ہوتی ہیں۔ فرمایا تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور احسن رنگ میں تیری عبادت بجالانے کی توفیق مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا یعنی خدا کے حضور یہ عرض کیا:

”اور میں تجھ سے قلبِ سلیم اور سچی زبان مانگتا ہوں۔“

(سنن النسائی، کتاب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، حدیث نمبر: 1305)

حضور اکرم ﷺ کا کلام بہت ہی گہرا اور عارفانہ کلام ہے۔ قلبِ سلیم اور سچی زبان۔ قلبِ سلیم تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کامل ہو چکا ہو، ایسا جھک چکا ہو کہ اللہ کی فرمانبرداری کے سوا کوئی خیال تک نہ آئے اور اگر اس پر سچی زبان نصیب ہو تو یہ مضمون مکمل ہو جاتا ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جنہیں قلبِ سلیم بعض دفعہ کچھ مدت کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے بعض لوگ اپنی عمر، بعض دفعہ ایک لمبا حصّہ ضائع کر چکے ہوتے ہیں تو پھر ان کو قلبِ سلیم عطا ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں زبان بعض دفعہ مبالغہ، بعض دفعہ غلط بیانی کی ایسی عادی ہو چکی ہوتی ہے کہ ارادہ نہ بھی ہو تو زبان ٹھوکر کھاتی رہتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ قلبِ سلیم ایسا ہو کہ زبان بھی اس سے مطابقت کرے، ایک لفظ بھی ایسا نہ ہو جو قلبِ سلیم کے تقاضے پورے کرنے والا نہ ہو یعنی غلطی سے بھی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلے۔ یہ دعا ہے جو ایک نہایت ہی کامل دعا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ سب کے لئے عربی میں اسے یاد کرنا مشکل ہے مگر اس کے مضمون کو میں دوہراتا ہوں اس کو ذہن نشین کر لیں اور جس حد تک توفیق ملے اب رمضان بھی آنے والا ہے اس میں اپنے لئے اور ساری جماعت کے لئے یہ دعا مانگا کریں۔

”اے اللہ! میں امورِ دینیہ میں جو تُو نے حکم فرمائے ہیں ان میں ثبات قدم کی توفیق مانگتا ہوں، ایسا قائم ہو جاؤں کہ کبھی میرے قدم متزلزل نہ ہوں۔ وہ امورِ دینیہ جو تُو نے بیان فرمائے ہیں شریعت کے، کر اور نہ کر وغیرہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں ان میں مَیں ثباتِ قدم کی توفیق مانگتا ہوں اور ہدایت کی ہر بات پر قائم رہنے کا عزمِ صمیم مانگتا ہوں۔ مجھے عزم عطا فرما کہ جو بھی ہدایت کی بات مجھے ملے میں اس پہ ضرور قائم ہو جاؤں اور پھر قائم رہوں۔ پھر تیری نعمتوں کے شکر اور نہایت خوبصورت اور حسین رنگ میں تیری عبادت کی توفیق یہ بھی عطا فرما اور قلبِ سلیم دے اور سچی زبان دے۔“

یہ دعا اگر جماعت احمدیہ کی قبول ہوگئی تو سارا عالَم فتح ہو جائے گا۔ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی دعا ہے اور جماعت احمدیہ کے جو آئندہ دنیا میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے پروگرام ہیں ان میں اس دعا سے مسلّح ہو کر چلیں تو آپ کو اور کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تمام امور کا خلاصہ ہے میں نے بار بار پڑھا ہے اس کو، بہت غور کیا ہے حیران ہو جاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ادنیٰ سی بات بھی اس میں نظر انداز نہیں کی۔ آپ کی ضرورت کی ساری چیزیں بیان فرما دیں۔

ایک دوسری حدیث سنن النسائی کِتَابُ السَّھْوِ سے لی گئی ہے:

''عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ، فَقُلْتُ: وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ: رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔''

(سنن النسائی، کتاب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، حدیث نمبر:1304)

یہ عربی میں مَیں نے پڑھی ہے کیونکہ یہ دعا ایسی ہے جو آسانی سے یاد ہو سکتی ہے اور بہت سے نمازیوں کو میں نے دیکھا ہے مسجد مبارک میں یا مسجد اقصیٰ میں ربوہ کے زمانے میں کہ وہ بعض دفعہ اونچی آواز میں یہ دعائیں کیا کرتے تھے رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ چنانچہ اس کا ترجمہ میں اب آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ بڑے نصیب تھے معاذ بن جبل کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہاتھ پکڑا اور فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ معاذ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں یعنی عموماً تو جو کم درجہ کا آدمی ہے وہ یہ کہا کرتا ہے کسی بڑے کو کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر جواباً وہ کہتا ہے کہ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں لیکن بعض دفعہ بچوں کو پیار سے بڑے پہلے کہا کرتے ہیں، بچے پھر جواب دیا کرتے ہیں۔ ہمارے جو امیر ہیں ہالینڈ کے انہوں نے مجھے ایک دفعہ سنایا، یہ لطیفہ بھی ہے اور بڑی دلچسپ بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میرے بچے نے مجھ سے کہا I love you تو عام طور پر بچہ بڑے سے بات کرتا ہے لیکن بعض دفعہ باپ بچے سے بھی کہہ دیا کرتا ہے۔ تو بچے نے کہا I love you تو میں نے کہا I love you too۔ تو اس کو

زیادہ انگریزی نہیں آتی تھی وہ too کا مطلب two سمجھا تو اس نے کہا I love you three۔ انگریزی میں Two کا مطلب دو اور too کا مطلب ہے بھی۔ تو ابا نے تو یہ کہا تھا کہ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ وہ سمجھا یہ کہہ رہے ہیں میں تم سے دو محبتیں کرتا ہوں۔ تو اس نے کہا پھر میں تم سے تین محبتیں کرتا ہوں۔ تو عام طور پر بچے کہتے ہیں مگر باپ کہہ رہا ہے یہاں جس سے بڑھ کر کسی انسان کا تصور نہیں ہو سکتا وہ معاذ کا ہاتھ پکڑ کے کہتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی محبت کرتا ہوں۔ تب آپ نے محبت کا مفہوم اسے سکھایا اور غالباً یہی وجہ تھی جو اس کو محبت کے اظہار میں پہل کر کے اس کے دل میں یہ تمنا بیدار کی کہ پوچھے تو سہی محبت ہوتی کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو پھر کسی نماز میں یہ دعا نہ چھوڑنا۔ رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ: کہ اے میرے اللہ! أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ میں تیرے ذکر پر تجھ سے مدد چاہتا ہوں اور تیرے شکر پر تجھ سے مدد چاہتا ہوں اور تیری عبادت کے حُسن پر تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔

اب اس کا کیا تعلق ہوا محبت سے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے ویسا انسان کو ہونا چاہئے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کسی سے محبت ہو اور انسان اس کے عادات واخلاق سے دور بھاگے اور عادات واطوار سے کوئی اس کا تعلق نہ ہو۔ جب انسان انسان سے محبت کرتا ہے تو ویسا بننے کی کوشش کیا کرتا ہے تو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل کو محبت کی گہرائی کا راز سمجھا دیا۔ اور ہم سب کو بھی ان کے حوالے سے یہ نصیحت ملی کہ اگر تم مجھ سے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا یہ فرما رہے ہیں، اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو اپنے لئے یہ دعائیں نہ بھولنا کبھی۔ رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ اے میرے رب! اپنے ذکر پر میری مدد فرما اور اپنے شکر پر میری مدد فرما ورنہ میں نہ ذکر کا حق ادا کر سکوں گا نہ شکر کا حق ادا کر سکوں گا۔ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اور یہ اس شکر کا معراج ہے یعنی عبادت اور اپنی عبادت میں حسن پیدا کرنے پر میری مدد فرما۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے۔ مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عَلَى الْمِنْبَرِ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے تھے:

"مَنۡ لَمۡ يَشۡكُرِ الۡقَلِيلَ لَمۡ يَشۡكُرِ الۡكَثِيرَ۔"

کہ جس نے تھوڑے کا شکر نہیں کیا اس نے کثیر کا بھی شکر نہیں کیا۔ اب یہ ایک کلمہ میں دیکھیں انسانی فطرت کی کیسی گہرائی بیان فرما دی ہے۔ کسی پر کوئی تھوڑا سا احسان کر دے اگر وہ اس کا بھی شکر نہیں کرتا تو پھر وہ بڑے احسانات کا بھی شکر یہ نہیں کر سکتا۔ احسان تو احسان ہوا کرتا ہے جو احسان مند انسان ہو احسان کو قبول کرنے والا انسان ہو اسکو تو رستہ بھی دکھا دو گے تو وہ شکر ادا کرے گا اور اگر کچھ دے دو گے اپنی طرف سے جو اس نے مانگا ہو تو اس پر تو وہ بہت ہی شکر ادا کرے گا خواہ تھوڑا ہی ہو اور اگر مانگنے پر دو گے تو اس پر بھی شکر ادا کرے گا اور تھوڑا بھی ہو تب بھی شکر ادا کرے گا۔ اس مضمون کا تعلق امارت یا غربت سے نہیں ہے۔ ہر انسان سے یہ مضمون برابر کا تعلق رکھتا ہے۔ جن لوگوں کی فطرت میں شکر نہ ہو ان کو بعض دفعہ زیادہ دے دیں تو شکر کرتے ہیں بظاہر لیکن ان کی پہچان یہ ہے کہ شکر ہے کہ نہیں کہ تھوڑا دے کے دیکھو پھر وہ شکر کرتے ہیں کہ نہیں۔ میں نے بسا اوقات بعض فقیروں کو بھی دیکھا ہے ان کو تھوڑا دو تو وہ پھینک دیا کرتے ہیں۔ آج اگر پاکستان میں کسی فقیر کو پیسہ دو تو اسے یوں لگے گا جیسے میرے منہ پر جوتی ماری ہے کسی نے۔ وہ پیسہ اٹھا کے دور پھینک دے گا کہ جاؤ جاؤ یہاں سے آج کل تو روپے کی قیمت بھی کوئی نہیں رہی، ایک روپیہ بھی دو تب بھی فقیر نخرے کرتے ہیں اور اٹھا کے پھینک دیتے ہیں۔ تو شکر کی پہچان تھوڑے سے ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے دیکھو کتنی گہری بات بیان فرمائی ہے۔ شکر کا مضمون جب بیان ہو رہا ہے تو آنحضور ﷺ ہی سے تو ہم نے سیکھنا ہے کہ شکر کیا ہوتا ہے۔ فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر شکر نہیں کرے گا کیونکہ شکر کی پہچان تھوڑے پر ہے۔

اس ضمن میں مجھے یہ خیال آیا ہے اگر چہ ذرا مضمون سے کچھ ہٹنا پڑے گا مگر چونکہ بعض لوگ ایسی باتیں لکھتے رہتے ہیں اس لئے ان کو سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ تھوڑے پر شکر اور قناعت اصل میں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، یا ملتے جلتے مضمون کے دو نام ہیں۔ کسی کے دل میں قناعت نہ ہو تو وہ تھوڑے پر شکر کر ہی نہیں سکتا اور اگر دل میں قناعت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ تھوڑے پر بھی شکر ڈال دیتا ہے۔ ایک روٹی بھی ملتی ہے تو شکر کر کے کھاتا ہے سُوکھا بھی ملے تو پھر بھی وہ اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے اور قناعت ہو تو پھر امیروں کے زیادہ پر دل جلتا بھی نہیں ہے۔ شکر کا ایک یہ بھی عجیب لطف ہے کہ جو

شکر گزار بندہ ہو وہ اگر دوسروں کے اوپر خدا کے زیادہ فضل دیکھے تو اس سے اس کا دل گھبراتا نہیں، وہ جانتا ہے کہ مالک خالق وہی ہے اُس نے جس کو چاہا زیادہ دے دیا جس کو چاہا کم دیا اور وہ اپنے تھوڑے پر بھی اسی طرح راضی ہوتا ہے مگر جماعت کی طرف سے بعض خطوط مجھے ایسے ملتے ہیں جن سے مجھے یہ توجہ پیدا ہوئی اسی حدیث کے دوران ہی کہ میں ان کا جواب بھی اسی خطبہ میں دے دوں۔ بظاہر بات بہت اچھی لکھی ہوتی ہے کہ جماعت کو نصیحت کریں کہ شادیوں پر فضول خرچیاں نہ کیا کریں۔ بالکل ٹھیک ہے شادیوں پر فضول خرچی نہیں کرنی چاہئے مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ جس کو خدا نے توفیق دی ہو زیادہ خرچ کی وہ اتنا ہی کرے جیسے خدا نے کسی کو توفیق دی ہی نہ ہو۔ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جیسے کوئی غریب آدمی جس کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو اتنا ہی امیر خرچ کریں تاکہ غریبوں کے دل میں جلن پیدا نہ ہو۔ اب یہ جلن کہہ کر انہوں نے اپنی بیماری کے اوپر انگلی رکھ دی۔ ان کے دل میں قناعت نہیں ہے اور اس بات پہ ان کو اتنا غصّہ آتا ہے کہ امیر خرچ کر رہے ہیں، میں اتنا خرچ نہیں کر سکتا کہ اس کے نتیجہ میں اس بات پہ ہر وقت دل میں معلوم ہوتا ہے کڑھتے ہی رہتے ہیں اور میرے ذریعہ ساری جماعت کو یہ نصیحت چاہتے ہیں کہ تمہیں خدا نے زیادہ بھی دیا ہو تو چھپا کے رکھنا، غریبوں پر خرچ نہ کرنا اور نہ خوشی کے موقع پر کھلا خرچ کرنا۔

اس سلسلہ میں مَیں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان کی خوشی میں غریب شامل ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایسی دعوتوں پر لعنت ڈالی ہے جن دعوتوں میں غریب شامل نہ ہوں۔ تو ہمارے امیر اگر شادی کے موقع پر ایسے خرچ نہ کریں جس میں کثرت سے غریبوں کو بلایا ہو تو نقصان کس کا ہے؟ یہ تو غریبوں کا نقصان ہے۔ اس لئے کسی کی جلن کا نقصان کسی اور کو پہنچ جائے یہ تو نہیں میں کہوں گا۔ اگر یہ شرط ہو کہ نسبتاً سادگی ہو جیسا کہ جماعت احمدیہ کا طریق ہے اور اس کے ساتھ کثرت سے غرباء بلائے گئے ہوں تو یہ خرچ تو بہت مبارک خرچ ہے یہ شکر کا حق ادا کرنا ہے کیونکہ جب شکر کا حق ادا کرنا ہے تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان بھی تو کرنا ہے۔ اور یہ مضمون قرآن کریم میں بھی بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بھی آگے جو احادیث آئیں گی ان میں بیان فرمایا ہے تو شکر تھوڑے پر شکر ہو تو جلن پیدا نہیں ہوتی۔ یہ ہے بنیادی بات جس کو میں اب سمجھانا چاہتا ہوں۔ قناعت اختیار کریں، آپ کی بلا سے کسی اور کے پاس کیا ہو اللہ نے آپ کو جو دیا ہے اس پر راضی ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کا یہ ایک خاصہ تھا آپ کو کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی کسی اور کے پاس کتنا ہے۔ جتنا خدا نے دیا وہ بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیا کرتے تھے اور یہ بھی ایک شکر کی علامت ہے کہ جو کچھ دیا اس کو واپس لوٹانے کی کوشش کی۔ سب تو واپس نہیں لوٹایا جا سکتا مگر اس کی راہ میں خرچ کیا اور اپنے اوپر قناعت کی لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ اپنے اوپر اس رنگ میں ہر شخص قناعت کر سکے، مزاج الگ الگ ہیں اور یہ جو قناعت کا مضمون ہے خدا تعالیٰ کی خاطر اس کا دیا ہوا کم خرچ کرنا اس میں تصنع نہیں ہونا چاہئے۔ اگر دل کی منشاء اور مرضی کے مطابق اس کے خدا کی راہ میں ملائم ہونے کے نتیجے میں آپ اپنے اوپر کم خرچ کرنے کی عادت ڈالیں تو یہ بہت اچھی بات ہے مگر اگر خدا آپ کو توفیق دے اور اللہ چاہے کہ آپ اس کے مطابق زیادہ بھی خرچ کریں تو یہ بھی اللہ کے منشاء کے مطابق ہے اور اس کے متعلق ایک آنحضرت ﷺ کی تصدیق موجود ہے جس کا میں اگلی احادیث جو چنی ہیں ان میں ذکر کروں گا۔ سو رسول ﷺ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ:

”جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرے گا۔ (اور ساتھ ہی اس کا یہ نتیجہ نکالا:) جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔“

اس مضمون کا کیا تعلق ہوا؟ اس لئے کہ لوگوں سے تھوڑا ہی ملا کرتا ہے اور اللہ سے بے انتہا ملتا ہے تو جو لوگوں کے تھوڑے پر راضی نہ ہو وہ خدا کے بے انتہا پر بھی راضی نہیں ہوتا۔ اس کے پیٹ کا جہنم کوئی دنیا کی دولت نہیں بھر سکتی۔ تو کتنی چھوٹی سی بات سے کتنی بڑی بات بنا دی، کتنی بڑی بات تک رسول اللہ ﷺ نے پہنچا دیا۔ تھوڑے پہ شکر کی عادت ڈالو کیونکہ اس کا تعلق اللہ کے شکر کا حق ادا کرنے سے ہے۔ تم تھوڑے کا شکر ادا کرو گے تو اللہ کی نعمتوں کا بھی حق ادا کرو گے۔ پھر فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا بھی تو شکر ہے۔ اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللهِ شُكْرٌ، وَتَرْكُهَا كُفْرٌ۔“

اور جو اللہ کی نعمتیں اس پر اتری ہیں ان کا کثرت سے ذکرِ خیر کرتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ نعمتیں بھی دی ہیں۔ یہ بھی اس کا شکر ہے۔ اب اس میں بھی بہت احتیاط لازم ہے۔ بعض لوگ یہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھے یہ بھی دیا اور وہ بھی دیا غریبوں میں بیٹھ کر ذکر کر رہے ہوتے ہیں اور ان کو اس میں سے کچھ بھی نہیں دے رہے ہوتے۔ سب آپ سنبھالا ہوا ہوتا ہے۔ تو جو اللہ کی نعمتوں کو روک کر بیٹھ جائے وہ شکر

ادا نہیں کر سکتا۔ اس کا تحدیث نعمت شکر نہیں ہے بلکہ منہ چڑانے والی بات ہے۔ اللہ نے تو اس پر احسان کیا اس کو بے انتہا دیا یا جتنا بھی دیا وہ اس کو آگے جاری کرے گا تو یہ شکر ہوگا۔ تو تحدیث نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ نعمت کو زبانی بیان کرے۔ تحدیث نعمت سے اصل مراد یہ ہے کہ نعمت کو زبان سے بھی بیان کرے اور اسے آگے لوگوں میں جاری کر کے ان کو دکھا تو دے کہ مجھے کیا ملا ہے، صرف زبانی قصّہ نہ کرے۔ تو ایسے جو زبانی قصّہ کرنے والے ہیں وہ تو تعلّی والے لوگ ہیں وہ لوگوں میں بیٹھ کر اپنی دولتوں کی فخریہ باتیں بیان کرتے ہیں اور غربا کو اور بھی زیادہ متنفر کر دیتے ہیں۔

پس حضور اکرم ﷺ جو فرماتے ہیں کہ نعمتوں کا شکر ادا کرو تو یہ مراد ہے اور ان کا ذکر چھوڑ دینا کفرانِ نعمت ہے۔ اب ذکر چھوڑ دینا یہ بھی بہت اہم بات ہے۔ بعض لوگ غریبوں سے بچنے کی خاطر ذکر چھوڑتے ہیں۔ یہ مراد ہے رسول اللہ ﷺ کی۔ مطالبوں سے بچنے کی خاطر ذکر چھوڑتے ہیں جماعت کے چندہ لینے والوں سے بچنے کی خاطر ذکر چھوڑتے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ کہ جی ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نظر آ ہی رہا ہے آپ لوگوں کو کہ بہت کچھ ہے، ہے کچھ بھی نہیں بیچ میں سے اور واقعۃً کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی نظر میں ان کے پاس واقعۃً کچھ نہیں ہوتا، وہ ننگے فاقہ کش فقیر ہی رہتے ہیں اسی حال میں دُنیا میں رہتے ہیں اسی حال میں انہوں نے اگلی دُنیا میں پہنچ جانا ہے تو فرمایا اس ذکر کا چھوڑ دینا کفرانِ نعمت ہے۔ اس پہلو سے ذکر کرو کہ اس ذکر کے ساتھ ساتھ اس نعمت کا لطف بھی دُنیا میں بانٹو اور اس خوف سے ذکر کرنا بند نہ کرو کہ خدا کی راہ میں مطالبہ کرنے والے خواہ وہ فقیر ہوں، غریب ہوں یا جماعت ہو یعنی خدا کی جماعت ہو، ان سے اپنی نعمتوں کو چھپاؤ نہیں کہ کہیں وہ اس کی نسبت سے تم سے زیادہ مانگنا نہ شروع کر دیں۔ یہ اگر کسی کو نصیب ہو جائے تو یہ ایک رحمت ہے جس کے نتیجے میں ساری جماعت جُڑ جائے گی کیونکہ جو امیر غریبوں کو دے رہے ہوں، ذکر خیر کر رہے ہوں اللہ کا، اس کے نتیجے میں اس ذکرِ خیر کے ساتھ ساتھ اپنی نعمتوں میں غیروں کو شامل کر رہے ہوں اور اپنی جماعت کو جو خدا کی جماعت ہے اللہ کی خاطر یہ بیان کر کے کہ خدا نے ہمیں یہ بھی دیا ہے ہم یہ بھی پیش کرتے ہیں، وہ بھی دیا ہے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں ایسا کریں تو یہ شکر جو ہے رحمت ہے اور اس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جماعت رحمت ہے۔“

اب یہ جو فرمایا کہ ”جماعت رحمت ہے“ اس کا مضمون یہی ہے دراصل کہ ایسا شکر کرو گے تو جماعت بنو گے اگر ایسا شکر نہیں کرو گے تو جماعت نہیں بن سکتے ، اکٹھے نہیں رہ سکو گے ، بکھر جاؤ گے اور آگے پھر بیان فرمایا:

”اور تفرقہ عذاب ہے۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نعمان بن بشیر ، حدیث نمبر :18449)

پس تم اگر جماعت نہیں بنو گے تو ایک خدا کے قہر اور عذاب کا مورد بن جاؤ گے اور یہ سارا مضمون شکر سے تعلق رکھتا ہے تو شکر سے تعلق میں جو بھی گہرے مضامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں میں نے پسند کیا ہے کہ آپ کے سامنے ان کو میں کھول کھول کر بیان کروں تا کہ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک شکر گزاروں کی جماعت بن جائے۔ ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اخذ کی گئی ہے۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ:

”ایک شخص رستہ میں جا رہا تھا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسافر کا واقعہ سنایا کہ) ایک مسافر رستہ پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک کانٹے دار ٹہنی پڑی دیکھی تو اسے ہٹا دیا۔ اللہ نے اس کی قدر دانی فرمائی اور اسے بخش دیا۔“

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی اماطۃ الاذی عن الطریق ، حدیث نمبر :1958)

اب اس کے پاس اور کچھ بھی نہ ہو خرچ کرنے کے لئے تو تکلیفیں دور کر دے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کبھی ایک ٹہنی ہٹا دیں تو آپ ساری عمر کی نیکیاں کما گئے۔ مضمون کی گہرائی میں اتر کے سمجھنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کسی عام انسان کا بیان نہیں ہے۔ یہ اس میں مضمر ہے کہ وہ ایک غریب شخص ہوگا۔ ایسا غریب شخص جو بنی نوع انسان کی خدمت کرنا چاہتا ہے لیکن کر نہیں سکتا۔ ایسا شخص بعض دفعہ دکھ دور کر کے خدمت کر دیا کرتا ہے رستے سے کانٹا ہٹا دیتا ہے۔ تو ایک خدمت کر دیتا ہے۔ تو اس نے اس خیال سے جھاڑی ہٹائی کہ کسی ننگے پاؤں چلنے والے کے پاؤں کو نقصان نہ پہنچ جائے یہ بھی میرا ایک صدقہ ہے۔ تو فرمایا اس کی قدر دانی اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ چونکہ اس کے مزاج میں یہ بات داخل تھی وہ بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتا تھا کہ اسے بخش دیا۔ تو آپ میں سے وہ جو مثلاً وقف ہیں بنی نوع انسان کی خدمت پر جیسا کہ اب ہومیو پیتھک کا جماعت میں ایک جوش پھیلا ہوا ہے،

مفت دوائیں تقسیم کرتے ہیں، بیمار گھروں میں جا کر بھی ان کو پوچھتے ہیں تو اس کو معمولی کام نہ سمجھیں، یہ بخشش کا ایک بہانہ ہے اور جو اللہ کی رضا کی خاطر اس کے بندوں کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے محنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی بھلاتا نہیں کیونکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ تھوڑے پر شکر کرو تو اللہ کے مقابل پر تو بندے کی ہر خدمت ہی تھوڑی ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بندوں سے تو کہے کہ تھوڑے پر شکر کرو اور آپ تھوڑے پر شکر نہ کرے۔ آپ بھی شکر کرتا ہے اور بندے کی ہر خدمت تھوڑی ہے اس کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ تو گویا کہ ہر خدمت پر شکر کرتا ہے اور یہ بھی اسی شکر کی مثال ہے ایک کانٹا ہٹانے پر بھی خدا شکر کرتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنا یہ ہے۔

ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہؓ ہی کی لی گئی ہے ابن ماجہ کِتَابُ الزُّھْدِ بَابُ الْوَرَعِ وَالتَّقْوٰی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

’’آنحضرت ﷺ نے ایک بار ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوہریرہ! تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر۔ تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔‘‘

یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری ہو تو پھر عبادت نصیب ہوا کرتی ہے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو عبادت کیسی۔ عبادت کی جان تقویٰ ہے، تقویٰ نہ ہو تو عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ ناممکن ہے۔ جتنا تقویٰ انسان کا بڑھے گا اتنا اس کی عبادت کا معیار بڑھے گا۔ فرمایا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ اب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے عبادت گزار کیسے بن سکتے تھے؟ سب سے بڑے عبادت گزار تو رسول اللہ ﷺ تھے مگر آپ ﷺ عبادت گزار سب سے بڑے بنے اس لئے تھے کہ آپ ﷺ تقویٰ میں سب سے بڑے تھے۔ تو تُو کا محاورہ ایک محاورہ ہے، مراد ہے جو بھی تقویٰ میں سب سے آگے ہوگا وہ عبادت گزاری میں بھی سب سے زیادہ ہو جائے گا اور یہ بات اپنے نفس کو جانتے ہوئے آپ ﷺ کر رہے تھے یہ خیالی فرضی بات نہیں ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ بسا اوقات اپنی خوبیوں کو چھپانے کی خاطر اس رنگ میں کلام فرماتے تھے کہ عامۃ الناس کو پیغام بھی پہنچ جائے اور پتا بھی نہ چلے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ہی بات کر رہے ہیں۔ اب یہ دیکھ لیں لازماً رسول اللہ ﷺ اپنی مثال دے رہے ہیں ورنہ ابوہریرہؓ بے چارے میں کیا مجال تھی کہ وہ تقویٰ میں سب دُنیا سے آگے بڑھ جائے جبکہ تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا اور عبادت میں سب سے بڑھا ہوا سامنے موجود تھا، وہی بات کر رہا تھا۔ پھر فرمایا:

’’قناعت اختیار کر تو سب سے بڑا شکر گزار شمار ہوگا۔‘‘

اب وہی مضمون جو میں پہلے آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں قناعت کا شکر سے بہت گہرا تعلق ہے۔ قناعت کا مطلب ہے تھوڑے پر بھی راضی ہو جانا اور قناعت ایسی کہ دُنیا کا سب سے زیادہ شکر گزار بن جائے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قناعت کے سوا کسی اور قناعت کا ذکر ہو ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اُس وقت اور آج یا آئندہ یا اس سے پہلے کبھی کوئی ایسا پیدا ہوا ہو جس نے قناعت ایسی اختیار کی ہو کہ خدا کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ بن گیا ہو۔ تو ابوہریرہؓ کو مخاطب کر کے وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو اپنی سیرت کے نمونے ہیں۔ قناعت کے مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر اگر آپ غور کریں تو یہ مضمون بھی داخل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بے انتہا دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ حوصلہ تھا کوئی بناوٹ نہیں تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کی خاطر اس کے بندوں میں تقسیم کر دیا اور بعینہٖ یہی سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا سے سیکھی تھی۔ اب اس پر اگر آپ تصنع سے کوشش کریں گے تو آپ ہار جائیں گے اور ہو سکتا ہے ٹوٹ کر رہ جائیں مگر اگر قناعت کے مضمون کو سمجھتے ہوئے شکر ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے تو رفتہ رفتہ آپ کا حوصلہ بڑھنے لگے گا اور جو نعمت اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کرتا چلا جائے گا آپ اس میں دوسروں کو شریک کرتے رہیں گے۔ پھر فرمایا:

’’جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو۔‘‘

(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الورع والتقوىٰ، حدیث نمبر:4217)

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم قناعت بھی کر رہے ہو، شکر بھی ادا کر رہے ہو اللہ کا لیکن اپنے لئے کچھ اور پسند کرو، دوسروں کے لئے کچھ اور پسند کرو۔ اس میں صدقات کی حکمت سکھا دی گئی ہے اور اس حکمت پر غور بہت ضروری ہے۔ پھٹے پرانے کپڑے غریبوں میں تقسیم کرنا ہرگز صدقہ نہیں ہے۔ ایسا کھانا غریبوں میں تقسیم کرنا جس میں کچھ بدبو پیدا ہو چکی ہو یہ ہرگز صدقہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرو وہ دوسروں کے لئے پسند کرو۔ تو جب بھی آپ خدا کی خاطر صدقہ دینا چاہیں تو اپنے کپڑوں میں سے بھی اچھے چنا کریں۔ اور ایسے حال میں چن لیا کریں جب آپ ان کو خود پہنیں تو آپ کو شرم نہ آئے۔ وہ اگر پرانا بھی ہو تو وہ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر ہوگا کیونکہ اس پرانے میں

ابھی اتنی بوسیدگی نہیں آئی کہ آپ اسے پھینک دیں یا اسے پہنتے وقت شرم محسوس کریں۔ پہنا ہوا کپڑا آپ استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دفعہ حضرت نواب صاحب کا پہنا ہوا کوٹ خود استعمال کر لیا تھا کیونکہ آپؓ نے اس نیت سے بھیجا تھا کہ کسی ضرورت مند کو جو اس کو پہن کر شرم محسوس نہ کرے یا ضرورت مند کو دے دیا جائے۔ چونکہ خود وہ سمجھتے تھے کہ میرے پہننے کے لائق نہیں رہا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عظیم سبق سکھایا کہ وہ کوٹ اپنے لئے لے لیا اور خود پہنا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا بھی پردہ رکھ لیا، یہ کوٹ ابھی ایسا ردّی نہیں ہوا کہ کوئی پہن نہ سکے، میں پہن رہا ہوں اور پھر مجھے اب یاد نہیں وہ کوٹ کسی کو دیا تو پہننے کے بعد دیا ہوگا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ایک ردّی اور بیکار چیز دی گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو پھٹا پرانا بھی ایک نعمت عظمیٰ ہوا کرتا تھا۔

(سیرت المہدی جلد اول از حضرت مرزا بشیر احمد ایم-اے، روایت نمبر:333)

تو یہ مضمون ہے جو اس کو سمجھ لیں اپنے کپڑے اس وقت لوگوں کو دیا کریں جب وہ ابھی آپ کے کام کے ہوں اور نیا دے سکیں تو نیا بھی دیں اور نیا خرید کر بھی دے سکتے ہوں تو نیا خرید کے بھی تحفے دیں۔ تو اپنے تحفوں میں اپنی پسند کو ملحوظ رکھیں جو چیز پسند ہو وہ دیا کریں۔ کھانا پسند ہو جو پسند کھانا ہے وہ دیا کریں، جو کپڑا پسند ہے وہ پسند والا کپڑا دیا کریں۔ فرمایا یہ کیوں ضروری ہے:

''مومن ہونے کے لئے ضروری ہے۔''

اگر تم سچے مومن ہو، ایمان لاتے ہو اللہ پر اور ایمان کا ایک معنی ہے اس پر توکل اور انحصار کرنا، اس کی حفاظت میں آجانا تو پھر یہ طریق اختیار کرو اور سچے مومن بن کر لوگوں کو اپنی پسند کی چیزیں دیا کرو۔ پھر فرمایا:

''جو تیرے پڑوس میں بستا ہے اس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔''

یعنی پڑوسیوں کو کسی قسم کا دکھ نہ دو انہیں تمہاری طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ امن میں ہوں۔ مسلم کا معنی ہے جس سے ایک انسان امن میں ہو۔ تو پڑوسی تم سے امن میں ہوں تو پھر سب دُنیا تم سے امن میں ہے اگر پڑوسی ہی امن میں نہیں تو دُنیا میں کوئی بھی تم سے امن میں نہیں ہوگا اور آخر پہ یہ کہ:

’’کم ہنسا کرو اور بہت زیادہ قہقہے لگانا اور ہنسنا۔‘‘

قہقہے تو ترجمے والوں نے لکھ دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کثرت سے ہنستے ہی چلے جانا اور یہی عادت ثانیہ، فطرت ثانیہ بنا لینا کہ ہر وقت مخول اور ٹھٹھے کا شغل ہے اور کبھی بھی آنکھیں خدا ترسی میں آنسو نہیں بہاتیں، سنجیدہ باتوں میں دل بالکل نہیں لگتا صرف تمسخر، صرف مذاق۔

’’اگر یہ کرو گے تو پھر تمہارا دل مردہ ہو جائے گا۔‘‘ (کچھ بھی اس میں جان باقی نہیں رہے گی)

(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الورع والتقوى، حدیث نمبر: 4217)

پس جماعت احمدیہ زندہ دلوں کی جماعت ہے ان کے دل اس طرح زندہ ہوں گے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زندہ کرنے کے سبق ہمیں سکھا دیئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور قادیان کے جو باشندے اس خطبہ کو سن رہے ہوں وہ یہ یاد رکھیں کہ بہت سے غریب ان میں سے ہیں ان کو قانع بنائیں ان کو شکر گزار بنائیں اور ان کے سینوں میں زندہ دل پیدا کریں۔ تو انشاء اللہ یہی دس ہزار جو ہیں یہ لکھوکھہا بلکہ کروڑوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔